قدرتی وسائل کی تقسیم اور استعمال کے چیلنجز اور حل: قرآنی تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Challenges and Remedies in the Distribution and Use of Natural Resources: A Research Study in Quranic Context

Dr Hafiz Muhammad Arshad Iqbal
Assistant Professor, Department of Quran and Tafseer,
Faculty of Arabic & Islamic Studies,
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: arshad.iqbal@aiou.edu.pk

Abstract
Climate change has intensified concerns over the unsustainable use and unequal distribution of natural resources. This research paper examines these challenges in the light of Qur’anic teachings. According to Quran nature is an ownership of Allah Almighty and human beings are His stewards who are responsible for preserving ecological balance (mīzān). Drawing on relevant Qur’anic verses and interpretative scholarship, the study explores key principles such as moderation, justice, accountability, and the prohibition of corruption (fasād) in the use of natural resources. It argues that the Qur’an places inherent moral and social constraints on overexploitation, waste, and inequitable access to resources—issues central to the climate change crisis. By linking Islamic environmental ethics with contemporary climate concerns, the paper highlights the relevance of Qur’anic guidance for sustainable development and environmental governance, and contributes to a values-based approach to addressing climate-induced resource challenges.
Keywords: Qur’an, Environment, Natural Resources, Sustainability, Khalīfa, Mīzān

تعارف

قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال نے زمین کے ماحولیاتی توازن کو شدید نقصان پہنچایا۔ اکیسویں صدی میں ماحولیاتی تبدیلی (Climate Change) اور ماحول کی خرابی درحقیقت قدرتی وسائل کی تقسیم اور بے اعتدالی کے نتائج میں سے ایک ہے۔ ماحول میں پایا جانے والا یہ فساد انسانی زندگی کے بقا کے لیے ایک سنگین خطرہ بن چکا ہے۔ گلوبل وارمنگ، جنگلات کی کٹائی، آبی قلت، فضائی آلودگی اور حیاتیاتی تنوع میں کمی اس کے نمایاں مظاہر ہیں۔ جدید صنعتی نظام نے اگرچہ انسانی سہولتوں میں اضافہ کیا، مگر قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال نے زمین کے ماحولیاتی توازن کو شدید نقصان پہنچایا۔ قرآنِ کریم انسان کو محض صارف نہیں بلکہ امین اور خلیفہ قرار دیتا ہے، جس

پر زمین اور اس کے وسائل کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم کے مطابق کائنات اور اس کے تمام وسائل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔ قرآنی آیت ﴿لِلّٰہِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾[1] (آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا ہے) کے مطابق انسان کو زمین میں تصرف کا حق دیا گیا ہے، مگر یہ حق امانت کے طور پر ہے، نہ کہ مطلق ملکیت کے طور پر ہے۔ ارشاد ربانی ﴿اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَة﴾[2] (میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں) کے مطابق انسان اللہ کا نائب ہے۔ یہ خلافت انسان کو وسائل کے ذمہ دارانہ استعمال کا پابند بناتی ہے۔

قدرتی وسائل کی تقسیم اور استعمال

1- خلافتُ الارض اور قدرتی وسائل کا تحفظ

قرآنِ مجید نے انسان کی حیثیت کو خلیفۃُ الارض کے طور پر متعین کیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾[3] (میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں) کے مفسرین کے مطابق یہاں خلافت سے مراد زمین میں اللہ کے احکامات کے مطابق نظامِ حیات قائم کرنا اور امانت دارانہ طرزِ عمل اختیار کرنا ہے۔

خلافت کا تصور اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ زمین اور اس کے وسائل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، جبکہ انسان ان کا امین اور نگہبان ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ﴾[4]۔ (وہی اللہ ہے جس نے تمھیں زمین کے نگہبان بنایا) یہ آیت انسان کے محدود اختیارات اور اخلاقی ذمہ داری کو واضح کرتی ہے۔

قرآن مجید میں خلافت کے ساتھ ساتھ فساد سے اجتناب پر زور دیا گیا ہے، کیونکہ اگر انسان اپنی خلافت کی ذمہ داری کو نظرانداز کرے تو زمین میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ فرشتوں کا سوال: ﴿أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا﴾[5] (کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے)۔ اسی خدشے کی عکاسی کرتا ہے، جس میں ماحولیاتی تباہی بھی شامل ہے۔ خلافتُ الارض کا عملی تقاضا یہ ہے کہ انسان زمین میں اصلاح کو فروغ دے اور قدرتی وسائل کے بے جا استعمال سے بچے۔ عصرِ حاضر کے ماحولیاتی مسائل—جیسے آلودگی، جنگلات کی کٹائی اور وسائل کی کمی—قرآنی تصورِ خلافت کے تناظر میں اخلاقی بحران کی صورت اختیار کر چکے ہیں، کیونکہ زمین کو نقصان پہنچانا امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔

2- فساد فی الارض اور ماحولیاتی بگاڑ

قرآنِ مجید میں فساد فی الارض ایک جامع اصطلاح ہے جو ہر اس عمل پر محیط ہے جو زمین کے فطری توازن، امن اور بقا کو نقصان پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾۔[6]

مفسرین کے مطابق یہاں فساد میں اخلاقی، سماجی اور مادی ہر قسم کی خرابی شامل ہے، جس میں زمین اور قدرتی وسائل کی تباہی بھی داخل ہے۔ تفسیرِ طبری کے مطابق فساد فی الارض سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جو اللہ کے قائم کردہ نظامِ توازن کے خلاف ہوں۔ چونکہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے توازن (Balance) کے ساتھ پیدا کیا ہے، اس لیے اس توازن کو بگاڑنا فساد کے زمرے میں آتا ہے، خواہ وہ آلودگی، بے جا وسائل کا استعمال یا ماحولیاتی تباہی کی صورت میں ہو۔[7]

قرآنِ مجید انسانی اعمال کو ماحولیاتی بگاڑ کا سبب قرار دیتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾[8] (خشکی اور سمندر میں انسانوں کے ہاتھوں کی کاریگری کی وجہ سے خرابی پیدا ہوئی) یہ آیت واضح کرتی ہے کہ خشکی اور سمندر میں پیدا ہونے والا فساد انسانی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے، جس میں ماحولیاتی آلودگی، جنگلات کی کٹائی اور آبی وسائل کی خرابی شامل ہے۔[9]

امام رازی کے مطابق فساد صرف فوری نقصان تک محدود نہیں بلکہ وہ طویل المدتی تباہی بھی فساد میں داخل ہے جو آنے والی نسلوں کے حقوق کو متاثر کرے۔ اس تناظر میں ماحولیاتی بگاڑ ایک ایسا فساد ہے جو مستقبل کی انسانی بقا کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔[10]

جدید اسلامی ماحولیاتی فکر کے مطابق قدرتی وسائل کا غیر ذمہ دارانہ استعمال، کاربن اخراج، اور حیاتیاتی تنوع کی تباہی قرآن کے تصورِ فساد فی الارض کی عملی مثالیں ہیں، کیونکہ یہ اعمال زمین کو اس کے مقصدِ تخلیق سے ہٹا دیتے ہیں۔[11] اس طرح فساد فی الارض کا قرآنی تصور ماحولیاتی اخلاقیات (Environmental Ethics) کی ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے، جس کے تحت انسان پر لازم ہے کہ وہ زمین میں اصلاح کرے نہ کہ بگاڑ، کیونکہ اصلاح ہی خلافتِ ارضی کا بنیادی تقاضا ہے۔

3-اسراف کی ممانعت اور پائیدار ترقی

قرآنِ مجید میں وسائل کے استعمال میں اعتدال کو ایک بنیادی اخلاقی اصول قرار دیا گیا ہے۔[12] ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾۔[13]

(کھاؤ، پیو اور فضول خرچی نہ کرو کیونکہ اللہ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

مفسرین کے مطابق اسراف سے مراد ضرورت سے زائد استعمال ہے، خواہ وہ خوراک، پانی یا دیگر قدرتی وسائل ہوں۔ تفسیرِ ابنِ کثیر کے مطابق اس آیت میں کھانے پینے کے ذکر کے باوجود حکم عام ہے، جو زندگی کے تمام معاملات پر محیط ہے۔ اس عمومی حکم کا اطلاق قدرتی وسائل کے استعمال پر بھی ہوتا ہے، جس سے اسراف کو ماحولیاتی بگاڑ کی ایک بنیادی وجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔[14]

قرآن اسراف کو اخلاقی انحراف کے ساتھ ساتھ سماجی و معاشی خرابی کا سبب بھی قرار دیتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًاo إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾[15]

(اور تو فضول خرچی نہ کر کیونکہ فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں)۔

یہ آیات وسائل کے غیر دانشمندانہ استعمال کو شدید اخلاقی قباحت کے ساتھ جوڑتی ہیں، جو پائیدار ترقی کے منافی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اسراف کی ممانعت دراصل وسائل کی منصفانہ تقسیم اور بین النسلی انصاف (Intergenerational Equity) کی ضمانت فراہم کرتی ہے، کیونکہ فضول خرچی سے وسائل محدود ہو جاتے ہیں اور آئندہ نسلیں محرومی کا شکار ہو سکتی ہیں۔[16] اسلامک اسکالر قبلہ ایاز لکھتے ہیں:

"Our prosperity thus depends upon the way we use our resources. We have to play a role to maintain ourselves and also to ensure the availability of these resources for the generations yet unborn."[17]

جدید تصورِ پائیدار ترقی (Sustainable Development) کا بنیادی اصول یہ ہے کہ موجودہ ضروریات اس طرح پوری کی جائیں کہ مستقبل کی نسلوں کی ضروریات متاثر نہ ہوں۔ یہ تصور قرآن کے اسراف مخالف اصول سے مکمل ہم آہنگ ہے، جو اعتدال، کفایت اور ذمہ دارانہ استعمال پر زور دیتا ہے۔ اس طرح قرآن میں اسراف کی ممانعت محض اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک جامع ماحولیاتی اور معاشی حکمتِ عملی ہے، جو قدرتی وسائل کے تحفظ اور پائیدار ترقی کے لیے مضبوط نظریاتی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

4-پانی کا تحفظ—حیات کی اساس

قرآنِ مجید پانی کو تمام جانداروں کی زندگی کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾۔[18] (اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی عطا کی)۔ مفسرین کے مطابق اس آیت میں پانی کی حیات بخش حیثیت کو بطورِ اصول بیان کیا گیا ہے، جو اس کے تحفظ کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری کو ثابت کرتا ہے۔

قرآن پانی کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور امانت قرار دیتا ہے، جس کے بارے میں انسان سے سوال کیا جائے گا۔ ارشاد ہے: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ﴾۔[19] (کیا تم پانی کو نہیں دیکھتے جسے تم پیتے ہو)۔ یہ استفہام انسان کو پانی کے ضیاع اور آلودگی سے باز رہنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اسراف کی ممانعت کے عمومی قرآنی اصول کا اطلاق پانی پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے وضو میں بھی پانی کے اسراف سے منع فرمایا۔ یہ تعلیم پانی کے پائدار اور محتاط استعمال کی واضح مثال ہے۔[20]

قرآنِ مجید پانی کے قدرتی نظام (بارش، دریا، زیرِ زمین ذخائر) کو توازن کے ساتھ جوڑتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ﴾[21]

(اور ہم نے آسمان سے ایک حساب کے مطابق پانی اتارا)۔

یہ آیت پانی کے محدود اور ناپ تول کے ساتھ نازل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے، جو اس کے تحفظ اور منصفانہ تقسیم کی بنیاد ہے-ماحولیاتی نقطۂ نظر سے پانی کی آلودگی، زیرِ زمین ذخائر کا حد سے زیادہ استعمال اور دریاؤں کا خشک ہونا قرآن کے تصورِ فساد فی الارض کی عملی صورتیں ہیں، کیونکہ یہ حیات کی اساس کو براہِ راست نقصان پہنچاتی ہیں۔ جدید تصورِ پائیدار ترقی کے مطابق صاف اور محفوظ پانی تک رسائی انسانی بقا اور ماحولیاتی توازن کے لیے بنیادی شرط ہے، اور یہ تصور قرآن کے اس اصول سے ہم آہنگ ہے کہ پانی زندگی کا سرچشمہ ہے اور اس کا تحفظ انسانی ذمہ داری ہے۔

5-حیاتیاتی تنوع کا احترام(Respect for Biodiversity)

قرآنِ مجید کے مطابق زمین پر موجود تمام جاندار ایک باقاعدہ نظام اور مقصد کے تحت پیدا کیے گئے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُم﴾۔[22]

(اور زمین میں کوئی جانور اور اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ نہیں مگر وہ تمھاری طرح کے گروہ ہیں)۔

مفسرین کے مطابق اس آیت میں جانوروں اور پرندوں کو "امتیں" قرار دے کر ان کی وجودی اہمیت اور احترام کو واضح کیا گیا ہے۔ قرآن حیاتیاتی تنوع کو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں (آیات) میں شمار کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾۔[23]

(اور اللہ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے)۔

مفسرین اس اختلاف کو صرف انسانی تنوع تک محدود نہیں کرتے بلکہ مخلوقات کی مختلف اقسام اور انواع کو بھی اس میں شامل سمجھتے ہیں۔ قرآنِ مجید زمین میں توازن (Mīzān) کے تصور پر زور دیتا ہے، جس کے مطابق ہر مخلوق ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ کسی ایک نوع کی بے جا تباہی پورے نظامِ حیات کو متاثر کرتی ہے، جو حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کی بنیادی دلیل ہے۔ اس بات کا ثبوت ارشادِ ربانی:

﴿وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ﴾[24]

(اور آسمان جسے اس نے بلند کیا اور اس نے ترازو مقرر کیا)۔

ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت میں جانوروں اور پودوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور بے جا قتل و قطع کی ممانعت واضح ہے، جو حیاتیاتی تنوع کے عملی تحفظ کی مثال ہے۔ یہ تعلیمات قرآنی اصولِ رحمت اور خلافتِ ارضی سے ہم آہنگ ہیں۔[25]

جدید ماحولیاتی مطالعات کے مطابق جنگلات کی کٹائی، غیر قانونی شکار اور قدرتی مساکن کی تباہی حیاتیاتی تنوع کے لیے شدید خطرہ ہیں، اور قرآن کے تصورِ فساد فی الارض کے تحت یہ اعمال اخلاقی طور پر قابل مذمت ہیں۔ اس طرح قرآنِ مجید میں حیاتیاتی تنوع کا احترام محض فطرت دوستی نہیں بلکہ ایک شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے، جو انسان کو زمین پر موجود ہر مخلوق کے حقِ بقا کو تسلیم کرنے اور ماحولیاتی توازن برقرار رکھنے کا پابند بناتی ہے۔

6-میزان: کائناتی توازن کا اصول

قرآن کائنات کو توازن پر قائم نظام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ﴾[26]

(اور اس نے ترازو بنایا تاکہ تم ترازو کے معاملے میں حد سے تجاوز نہ کرو)

یہ آیت صرف اخلاقی توازن کی بات نہیں کرتی، بلکہ ایک ماحولیاتی اصول کی حثیت رکھتی ھے-فطرت کے توازن کے بگاڑہی کی صورت کی وجہ سے موسمیاتی تبدیلی، قدرتی آفات اور حیاتیاتی نقصانات ھوتے ہیں- قرآن کا تصور میزان، اکوجی میں میموریل سٹمز بیلنس، اور ماحولیاتی حدود جیسے نظریات ہم آہنگ ہیں۔

7-امانت اور یومِ حساب

قرآنِ مجید انسان پر عائد ذمہ داری کو امانت کے جامع تصور کے تحت بیان کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ﴾۔[27]

(بلاشبہ ہم نے امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انھوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ اس سے گھبرا گئے لیکن انسان نے اسے اٹھالیا)۔

مفسرین کے مطابق اس امانت میں اللہ کے احکام، اخلاقی ذمہ داریاں اور زمین و وسائل کی نگہبانی سب شامل ہیں۔ءء تفسیرِ رازی کے مطابق انسان کا امانت اٹھانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال، خصوصاً اجتماعی اور ماحولیاتی ذمہ داریوں کے بارے میں جواب دہ ہے، اور یہی تصور یومِ حساب کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔[28]

قرآنِ مجید بار بار اس حقیقت کو دہراتا ہے کہ انسان کے ہر عمل کا محاسبہ ہو گا:

﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[29]

(رائی کے دانے کے برابر بھی جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اسے دیکھ لے گا اور جو رائی کے دانے کے برابر بھی بُرائی کرے گا تو اسے دیکھ لے گا)۔

یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وسائل کے تحفظ یا تباہی جیسے بظاہر معمولی اعمال بھی یومِ حساب میں قابلِ مؤاخذہ ہوں گے۔ قرآن انسان کو زمین میں تصرف کی اجازت تو دیتا ہے، مگر مطلق آزادی نہیں؛ بلکہ اسے جواب دہ امانت دار قرار دیتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾[30]

(پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا)۔

مفسرین کے مطابق "نعیم" میں قدرتی وسائل اور ماحولیاتی نعمتیں بھی شامل ہیں۔[31]

اسلامی ماحولیاتی فکر کے مطابق امانت اور یومِ حساب کا تصور انسان میں ماحولیاتی احتساب (Environmental Accountability) پیدا کرتا ہے، جس کے تحت زمین کو نقصان پہنچانا نہ صرف قانونی بلکہ اخروی جرم بھی شمار ہوتا ہے۔ اس طرح قرآن کا تصورِ امانت اور یومِ حساب ماحولیاتی تحفظ کے لیے ایک مضبوط اخلاقی محرک فراہم کرتا ہے، کیونکہ انسان اس شعور کے ساتھ عمل کرتا ہے کہ زمین اور اس کے وسائل کے بارے میں اسے اللہ کے حضور جواب دینا ہو گا۔[32]

8-کاشتکاری اور شجرکاری کی ترغیب

جس طرح قرآن نے قدرتی وسائل کے تحفظ کے لیے قوانین دیے ہیں، اسی طرح ان وسائل سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے پر بھی زور دیتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ﴾[33]

(وہی ذات ہے جن نے آسمان سے پانی اتارا جس سے تمھارے لیے پینا ہے اور اسی سے درخت ہیں جس سے تم (مویشی) چراتے ہو)۔

اسی طرح ارشاد ہوا کہ

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ﴾۔[34]

(کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے بے شک اللہ باریک بین اور باخبر ہے)۔

اب یہ بات ملحوظِ خاطر رکھنے کے قابل ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ زمین میں نہ صرف فساد سے منع کرتے ہیں بلکہ پانی کے ذریعے اس کی زرخیزی میں اضافہ بھی فرماتے ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ "آیت میں زمین سے مختلف نباتات کا نکلنا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے، اور یہ انسان کو ترغیب دیتی ہے کہ وہ زمین کو ویران چھوڑنے کے بجائے اس سے فائدہ اٹھائے۔"[35] امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "یہ آیات زراعت کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہیں، اور نبی ﷺ کا فرمان بھی اسی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ اگر قیامت قائم ہو رہی ہو اور کسی کے ہاتھ میں پودا ہو تو وہ اسے لگا دے۔"[36] سید قطب اسکی وضاحت میں فرماتے ہیں: "یہ آیات انسان کو تعمیر و ترقی پر ابھارتی ہیں، اور زمین کو آباد کرنا عبادت کے مفہوم میں داخل ہے۔"[37] کاشتکاری اور شجرکاری انسان کے لیے نہ صرف فائدہ مند ہے بلکہ انسان اور کائناتی وجود کے لیے ابِ حیات کی حیثیت رکھتی ہے، جس کی اہمیت اور ضرورت کو قرآن نے نہایت زور دار انداز میں واضح کیا ہے۔

9-زمین سے فائدہ اٹھانے کا حکم

زمین جس طرح تمام جانداروں اور خصوصاً انسان کا مسکن ہے، اسی طرح انسانی ضروریات بھی اسی سے وابستہ ہیں۔ ارشاد ہے: ﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ﴾۔[38]

(وہی ذات ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے تابع فرمان (نرم اور چلنے کے مناسب) بنایا تو تم اس کے راستوں میں چلو اور لوٹ کر اسی کی طرف ہی جانا ہے)۔

اور پھر فرمایا: ﴿وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ﴾۔[39]

(اور زمین ہم نے پھیلائی اور اس میں پہاڑ رکھے اور اس میں ہر چیز کو متوازن طریقے سے پیدا کیا)۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ. "زمین کو 'ذلول' بنانے سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کے لیے مسخر ہے، مگر اس سے زمین کی تخریب مراد نہیں بلکہ حکمت کے ساتھ استعمال مراد ہے۔"[40]

علامہ آلوسی اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں: "زمین پر چلنے کا مطلب اس کی سیر، اس کے وسائل کی تلاش اور اس میں پوشیدہ فوائد سے استفادہ کرنا ہے۔"[41] ابن عاشور فرماتے ہیں: "آیت میں 'رزق' کا لفظ اس بات کی دلیل ہے کہ زمین سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ حلال طریقے سے ہو۔"[42]

10-نظامِ شمسی کا تحفظ

اللہ کی قائم کی ہوئی فطرت ہی کائنات کے وجود کی ضامن ہے، اسی لیے قرآن بار بار مظاہرِ فطرت پر غور کی دعوت دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾[43]

(سورج اور چاند ایک حساب کے مطابق ہیں)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾[44]

(سورج اپنے ٹھکانے کے لیے رواں دواں ہے یہ زبردست علم والے کا مقرر کردہ ہے)۔

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند کا حساب کے ساتھ چلنا ان کے مداروں کی صحت کو ظاہر کرتا ہے۔"[45]ابن عطیہ لکھتے ہیں کہ "مستقر سے مراد ہر سیارے کا مقررہ مدار ہے۔"[46]سید قطب اس کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ "یہ کائناتی نظم اللہ کی نگرانی میں ہے، انسان کا فرض ہے کہ اس میں فساد پیدا نہ کرے۔"[47]

نتائج بحث

قرآنِ مجید میں قدرتی وسائل کے تحفظ سے متعلق پیش کردہ اصول—خلافتُ الارض، فساد فی الارض کی ممانعت، اسراف سے اجتناب، پانی کو حیات کی اساس قرار دینا، حیاتیاتی تنوع کا احترام، اور امانت و یومِ حساب کا تصور—ایک مربوط اور جامع ماحولیاتی اخلاقیات (Islamic Environmental Ethics) کی تشکیل کرتے ہیں۔ یہ اصول اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ انسان زمین کا مطلق مالک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ امین اور ذمہ دار خلیفہ ہے، جس پر زمین اور اس کے وسائل کی حفاظت لازم ہے۔

قرآنی تعلیمات کے مطابق ماحولیاتی بگاڑ، وسائل کا غیر ذمہ دارانہ استعمال، اور قدرتی نظام میں عدم توازن دراصل فساد فی الارض کی عملی صورتیں ہیں، جو خلافتِ ارضی کی روح کے منافی ہیں۔ اس کے برعکس، اسراف کی ممانعت، اعتدال، اور توازن (میزان) کا تصور انسان کو پائیدار ترقی کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے، جس میں موجودہ ضروریات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ آئندہ نسلوں کے حقوق کا تحفظ بھی شامل ہے۔

مزید بر آں، پانی کو زندگی کی بنیاد قرار دینا اور تمام جانداروں کو "امتیں" کہہ کر مخاطب کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن حیاتیاتی تنوع اور ماحولیاتی نظام کو محض انسان کے فائدے تک محدود نہیں کرتا بلکہ ہر مخلوق کے حقِ بقا کو تسلیم کرتا ہے۔ امانت اور یومِ حساب کا تصور ان تمام اصولوں کو ایک مضبوط اخلاقی اور اخروی بنیاد فراہم کرتا ہے، جس کے تحت انسان اپنے ہر عمل، حتیٰ کہ قدرتی وسائل کے استعمال، پر اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہے۔

حواشی

1 ۔البقرۃ284:2

2 ۔البقرۃ30:2

3 ۔البقرۃ30:2

4 ۔فاطر39:35

5 ۔البقرۃ30:2

6 ۔الاعراف56:7

7 ۔ابو جعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (بیروت: دار الفکر، 1415ھ)، 114:9

8 ۔الروم41:30

9 ۔ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر۔ تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دار المعرفہ، 1400ھ/1980ء)، 338:6

10 ۔ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1420ھ)، 25:98-129

11 ۔یوسف القرضاوی، رعایۃ البیئۃ فی الشریعۃ الإسلامیۃ (دار لکتب، دوحۃ: 1990)، 67

12۔عبد المنان چیمہ، قدرتی وسائل اور ان کا استعمال: اسلامی اور سائنسی علوم کے تناظر میں (ایشین ریسرچ انڈکس، اسلام آباد: 2003) 455۔

13 ۔الاعراف31:7

14 ۔ابنِ کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 427:3

15 ۔الإسراء26:17–27

16 ۔یوسف القرضاوی، رعایۃ البیئۃ فی الشریعۃ الإسلامیۃ، 89۔

17 Dr Qibla Ayaz, Conservation of Environment in Islam (Lahore: World Wide Fund for Nature Pakistan, n.a), 15.

18 ۔الأنبیاء30:21

19 ۔الواقعۃ68:56

20 ۔ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ بیہقی، السنن الکبریٰ (مکہ مکرمہ: مکتبہ دار الباز، 1994ء)، 73

21 ۔المؤمنون18:23۔

22 ۔الأنعام38:6۔

23 ۔الروم22:30۔

24 ۔الرحمن7:55۔

25 ۔امام مسلم ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم، الصحیح (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن) کتاب السلام۔
26 ۔الرحمن55:7–8۔
27 ۔الأحزاب33:72۔
28 ۔رازی، مفاتیح الغیب، 206:25۔
29 ۔الزلزال99:7–8۔
30 ۔التکاثر102:8۔
31 ۔طبری، جامع البیان312:30

32 Seyyed Hossein Nasr, Religion and the Order of Nature (Oxford University Press, New York, 1996), 164.

33 ۔النحل10:16۔
34 ۔الحج63:22۔
35 ۔رازی، مفاتیح الغیب، 109:20۔
36 ۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم602:4۔
37 ۔سید قطب، فی ظلال القرآن (قاہرہ: دار الشروق، س۔ن)، 2129:4۔
38 ۔الملک15:67۔
39 ۔الحجر19:15۔
40 ۔محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، الجامع لأحكام القرآن (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، س۔ن)، 121:18۔
41 ۔ محمود بن عبد الله الآلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1415ھ/1995ء)، 41:29۔
42 ۔محمد الطاہر ابن عاشور، *التحریر والتنویر* (*تیونس: الدار التونسیة للنشر، 1984*)، 75:29۔
43 ۔الرحمن55:5۔
یٰس36:38۔44
45 ۔عبد الله بن عمر البیضاوي، أنوار التنزیل وأسرار التأویل (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، د.ت). 221:5۔
46 ۔ابو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن ابن عطیہ الأندلسی، *المحرر الوجیز فی تفسیر القرآن الکریم* (بیروت: دار الکتب العلمیة، س۔ن)، 404:4
47 ۔سید قطب، فی ظلال القرآن، 3365:6۔